شرح "تعامل اہل قبلہ" 6

عام دُہائی[1] کے وقت

عوامِ امت پر کڑی شرطیں.. اہلسنت کا منہج نہیں

(بسلسلہ حاشیہ 6، متن سفر الحوالی)

یہ ایک نہایت اہم مبحث ہے: امت کے کھلے دشمن کے خلاف اہل سنت کی ہمہ جہتی جنگ میں امت کے ہر طبقے، کو ساتھ چلایا جاتا ہے، جن میں ایسے مسلمان بھی بڑی تعداد میں آئیں گے جن کی زندگی شریعت کی بعض واضح خلاف ورزیوں سے آلودہ ہے یا جن کے عقیدے میں ایک درجے کی خرابی ہے۔ **یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ پہلے وہ شریعت کی اُن خلاف ورزیوں کو اپنی زندگی سے باہر کریں یا اپنے عقیدے کی خرابیوں کو دور کریں** اور اس کے بعد کافر کے خلاف ہمارے اِس قتال یا منافق کے خلاف ہماری اِس سماجی مزاحمت میں شریک ہوں؛ البتہ جب تک ان کے اعمال اور حلیے باشرع نہیں ہوتے اور ان سے عقیدے کی خرابیاں دور نہیں ہوتیں تب تک کافر ہمارے ساتھ جو کرتا ہے کرتا رہے!!! تب تک صلیبی، کمیونسٹ، سیکولر، لبرل ہماری بستیوں کو تاراج، ہماری عصمتوں کو پامال اور ہمارے معاشروں کو مسخ کرنے کا مشن جس قدر پورا کر سکتا ہے اور اس میں جس قدر آگے بڑھ سکتا ہے بڑھ لے!!! یہ درست ہے کہ اِس عمل کے دوران ہم نہایت حکمت اور دانائی سے کام لیتے

---

[1] فقہاء کی اصطلاح میں استنفارِ عام۔ یعنی جس وقت دشمن کے ساتھ پورا اترنے کے لیے پوری امت کو اٹھ کھڑا ہونے کی دُہائی دی جاتی ہے۔

ہوئے[2] ان کو سنت اور اطاعت کی راہ پر لانے کی بھی کوشش کریں گے؛ بلکہ خود اِس عمل کی برکت سے ان کی زندگی میں نہایت اعلیٰ تبدیلیاں برپا ہوتی چلی جائیں گی (ان شاءاللہ).. تاہم **کفر کو گزند پہنچانے کی یہ سعادت لینے سے ہم انہیں ان کی اِس گناہگاری کی حالت میں بھی کسی صورت نہ روکیں گے (بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کریں گے)؛ اور ان میں کسی بھی عمل کی کمزوری یا عقیدے کی خرابی کو اِس فرض کی ادائیگی سے پیچھے رہنے کی "دلیل" نہیں بنائیں گے۔** کیونکہ جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے یہ فی الواقع دلیل نہیں ہے۔ جو شخص اِسے دلیل سمجھتا ہے، اور بلاشبہ بہت سے لوگوں کا یہی خیال ہے، اسے چاہیئے وہ کتاب یا سنت یا فقہائے اسلام سے اس کا ثبوت پیش کرے۔

یہ غلط فہمی جو اِس وقت بڑے بڑے نیک لوگوں میں پائی جاتی ہے... کچھ عظیم مغالطوں کی پیدا کردہ ہے۔ بلکہ خود اِسے ایک انحراف اور بدعت ماننا چاہیئے۔ یہ ہے: "جہاد" اور "کافر سے نبرد آزمائی" ایسے شریعت کے کچھ جلی ابواب کو "فرائض" کی لسٹ میں نہ رکھنا... بلکہ صحیح تر الفاظ میں: **ایک ایسا دین رکھنا جس میں جہاد نہیں۔** کیونکہ؛ اگر یہ حضرات "جہاد" کو "فرائض" میں گنتے تو اس سے روکنے کی اِن کے پاس کیا دلیل ہو سکتی تھی؟ کس فقیہ نے کہا ہے کہ ایک آدمی جب تک کچھ گناہوں میں ملوث ہے تب تک اس کے حق میں دین کے بعض فرائض ادا کرنا منع ہے۔ جو فرض ہے وہ فرض ہے: نیکوکار پر بھی اور گناہگار پر بھی۔ اور جب تک شرک نہ ہو، دونوں کا عمل اللہ قبول کرتا ہے۔ خود یہ حضرات سوچ لیں؛ ایک آدمی کے ڈاڑھی نہ رکھنے یا ایک عورت کے سر نہ ڈھانپنے کو مثلاً اگر یہ گناہ سمجھتے ہیں تو کیا یہ ایک بے ڈاڑھی مرد یا ایک بے پردہ عورت کو

---

2 مگر آسانی (تیسیر) کا منہج نہ چھوڑتے ہوئے؛ کیونکہ ہمارے دین میں "حرَج" رفع کر رکھا گیا ہے اور تنطُّع (معاملات کو مشکل بنانا) کو نبی ﷺ نے مذموم ٹھہرایا ہے۔

www.eeqaz.co

"نماز" پڑھنے سے روکیں گے؟ یا "نماز" پڑھنے سے اُس کی حوصلہ شکنی کریں گے؟ کہ منہ پر ڈاڑھی ہے نہیں اور نماز پڑھنے میں لگے ہو!!! وہاں یہ خود کہیں گے کہ بھئی وہ گناہ اپنی جگہ مگر نماز کا فرض اپنی جگہ۔ تو پھر "جہاد" کا فرض اپنی جگہ کیوں نہیں؟ ایک گناہ کے باعث "نماز" سے نہیں روکا جائے گا، اپنے مدرسہ کو "چندہ" دینے سے نہیں روکا جائے گا، لیکن "جہاد" سے روکا جائے گا![3] سبحان اللہ!!!

یہ وجہ ہے کہ شیخ سفر الحوالی نے اپنے متن میں بھی "جہاد" اور "اقامتِ دین" کے حوالے سے "نماز" ہی کی مثال دی ہے۔ یہ تو درست ہے کہ آپ خود اپنی نماز سنت کے مطابق پڑھیں گے اور جماعت کے لیے ایک سُنی امام کا اہتمام کریں گے۔ لیکن اگر کوئی گناہگار یا کسی بدعت میں ملوث شخص آپ کے پیچھے آکر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا آپ اُس کو صف سے نکال دیں گے؟ **کیا آپ اس کو مسجد سے باہر کر آنے کے مجاز ہیں؟** آپ معترض ہو سکتے ہیں اُس کے امام بننے پر، لیکن پیچھے کھڑے ہونے سے آپ اُس کو کیسے روک سکتے ہیں؟

چنانچہ یہ بات عام حالات میں بھی درست نہ ہو گی، البتہ جس وقت دشمن عالم اسلام پر چڑھ آیا ہو تب تو اگر دشمن کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لیے آپ صرف 'باشرع' لوگوں کی شرطیں لگائیں گے تو ملت کا صفایا کروا بیٹھیں گے۔ یہاں تو سب نے اٹھنا ہے اور اپنے دین، اپنی عزتوں، اپنی تہذیب، اپنی سرزمین اور اپنی سالمیت کو دشمن کے چنگل سے رہا کروانا ہے۔ عام لوگوں کو مذہبی حلیے وغیرہ نہ رکھنے کے باعث اگر آپ اس سے روک دیں گے تو خود اپنے ہاتھ سے امت کا ستیاناس کریں گے، جبکہ دین نے آپ

---

[3] اس ذہن کی بعض الجھنوں کو دور کرنے پر ہمارا اپریل 2011 کا ایک مضمون "یکے از واہیاتِ عصر: چھ فٹ جسم والی دلیل متواتر" مفید ہو سکتا ہے۔

کو ایسا کرنے کا نہیں کہا۔ جبکہ آپ 'پابندیِ شرع' کے جذبے سے امت کا یہ نقصان کر رہے ہوں گے! ایسا کرنا درحقیقت احکامِ دین سے لاعلمی اور مقاصدِ شریعت سے ناواقفیت ہوگی۔ نیز سمجھداری سے دور ہونے کی دلیل۔ اور اہل سنت والی فراست اور وسعتِ نظر سے محروم ہونے کی علامت۔ نیز جن لوگوں کو آپ نے اِس موقع پر دین اور امت کی نصرت کے ناقابل جانا، ان کو کمتر اور ناچیز خیال کر بیٹھنا؛ حالانکہ نبی ﷺ کا ہر امتی کسی نہ کسی خیر پر ہوسکتا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (متفق علیہ) "اللہ تعالیٰ (کسی وقت) ایک بدکار آدمی سے بھی اِس دین کی نصرت کروالیتا ہے"۔

علمائے دعوت زور دیتے ہیں کہ کفر کے غلبہ کے وقت داعیوں کا خطاب ہی شمولی inclusive اور بھرتی آمیز recruiting ہونا چاہئے نہ کہ بہت زیادہ طعنوں اور جھڑکیوں والا، جو کہ اس وقت خطیبوں کے ہاں عام دیکھا جارہا ہے۔

* * * * *

اِس مبحث کو مزید کھولنے کے لیے اس کے چند مقدمات اور واضح کرنا ضروری ہے:

1. امت کے اُن عام لوگوں کو، جن کا ظاہر بعض گناہوں یا شریعت کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی کرتا ہے، معمولی جاننا نہ صرف اُن امتیوں کے ساتھ بلکہ اپنے ساتھ زیادتی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے متعدد مقامات پر اس جانب اشارہ فرمایا ہے کہ ایک بدعمل سے بدعمل شخص کسی وقت اللہ کی اطاعت کا کوئی ایسا کام کرلیتا ہے جو اس کے لیے ذریعۂ خیر بن جائے۔ مثال کے طور پر ایک بدکار عورت کا ایک پیاس سے بلکتے کتے کو پانی پلانے کے لیے کنویں میں اترنا اور پھر اپنے بند جوتے میں پانی بھر کر اور اسے اپنے دانتوں میں دبا کر

کنویں کا منڈیر چڑھنا؛ جس کی اللہ نے قدر فرمائی اور اِسی عمل کو اُس کے لیے ذریعۂ بخشش بنا دیا۔ اندازہ کر لیجئے، ایک کتے کو پیاسا دیکھ کر! تو پھر امتِ محمد ﷺ کی لٹتی عصمتوں کے لیے جوش میں آنا اور کافر بھیڑیوں کے ہاتھوں بھنبھوڑی جانے والی اپنی معصوم بیٹیوں کی چیخ و پکار پر اٹھ کھڑا ہونا یا نبی ﷺ کی توہین کرنے والے ایک کافر کی زبان کھینچ لینے کے لیے بے تاب ہونا ایک گناہگار کے لیے ذریعۂ بخشش کیوں نہیں ہو سکتا؟ پس گناہوں میں گرفتار طبقے کو کسی قابل نہ جاننا ہمارے دین کی تعلیم نہیں۔ اللہ نے اِن کو، اِن کے گناہوں کے باوجود، "کتاب کے وارثوں" میں شمار کیا ہے، جیسا کہ ہم پچھلی فصل میں دیکھ آئے۔ تو پھر لا محالہ، اپنی اِس حالت پر رہتے ہوئے بھی، اپنی کتاب، اپنی شریعت، اپنے نبیؐ اور اپنی امت کے حق میں اِن کا کوئی کردار ہو گا۔ فقہائے منہج اس بات کے شدید مخالف ہیں کہ **کسی کٹھن موقع پر امت کے کمزور طبقوں کا کردار معطل کروا دیا جائے اور کسی جان لیوا موڑ پر صالحین اِن سے اور یہ صالحین سے کٹ جائیں۔** نتیجتاً: یہ شیطان کے لیے اور بھی لقمۂ تر بنیں جبکہ صالحین دشمن کے لیے اور بھی زیادہ آسان ہدف۔ یہ اپنی اِس حالت میں بھی؛ اگر لادین قیادتوں کی بجائے صالحین سے اور صالحین اِن سے مانوس ہوں، تو معاشرے میں خیر کے بہت سے دروازے کھلے اور شر کے بہت سے دروازے بند رکھے جا سکتے ہیں۔

2. یہ قاعدہ ہم پیچھے واضح کر آئے ہیں کہ **امت کے "عوام الناس" کسی فرقے کے نہیں ہوتے، صرف اللہ اور رسول کے ہوتے ہیں۔** بے شک فرقوں نے ان پر اپنے اپنے ٹھپے لگا رکھے ہوں اور یہ بھی کسی درجے میں ان کے ساتھ منسلک ہوں،

حتیٰ کہ اگر یہ خود بھی کوئی خاص نام یا لیبل اٹھالیتے ہوں مگر باعتبارِ حقیقت یہ ''عام قسم مسلمان'' کے سٹیٹس سے باہر نہیں ہوتے، الا ماشاءاللہ۔ جبکہ پیچھے ہم دیکھ آئے، امت کی ''عوام'' اہل سنت ہی شمار ہوتی ہے خواہ ان پر لاکھ ٹھپے لگے ہوں تاوقتیکہ ان میں سے کسی کا - باعتبارِ حقیقت - اہل بدعت میں سے ہونا پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ لے۔

3. پھر اگر ان میں سے کسی کی خرابی اِس درجے کی ثابت ہو بھی جائے کہ اُسے ہم ''بدعتی'' کہیں، تو بھی جب تک اُس کا بدعتی ہونا اُسے دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا تب تک وہ امت کے گناہگاروں کی صنف سے باہر نہیں ہے۔ جبکہ ''**امت کے گناہگاروں**'' کی بابت ہم اِس فصل کے شروع میں پڑھ آئے ہیں کہ **ہم نماز اور جہاد میں ان کو اپنے پیچھے آنے سے روکنے کے مجاز نہیں ہیں۔** بلکہ اصل یہ ہے کہ **نماز اور جہاد میں ہم ان کو اپنے ساتھ لگائیں۔**

4. اس سلسلہ میں ایک نہایت اہم چیز: **دورِ مغلوبیت میں امت کے تربیتی اداروں کے معطل ہو رہنے کے نمایاں اثرات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔** جس پر ہمارے اکثر واعظ، لوگوں کو کوسنے اور 'شرم دلانے' کا اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے خطیب 'داڑھی' نہ رکھنے والوں کو بھری مسجد میں ذلیل کر کے رکھ دینا آج 'دعوتِ دین' سمجھ بیٹھے ہیں! اِن خطیب صاحب کو کیا علم کہ 'داڑھی رکھنا' اِن کی اپنی تو شاید مجبوری بھی ہو کہ شروع سے ہی ایک خاص 'مذہبی' دنیا میں رہتے آئے ہیں، باہر نکل کر دیکھیں جہاں لوگوں کو ''زندگی کی دوڑ'' میں پورا اترنا پڑ رہا ہے؛ وہاں ماحول کا اپنا جو ایک مومنٹم ہے اُس میں آدمی کو دو دن نکالنے شاید مشکل ہوں۔ بڑی بات ہے جو یہ لوگ اب بھی

''اذان'' ہوتے ہی سب کام دھندے چھوڑ کر خدا کے گھروں میں آ پہنچتے اور ''پہلی صف'' میں جگہ ڈھونڈتے ہیں! جس پر حق تو یہ تھا کہ ہم اِن کا ماتھا چومیں اور اِنہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں (وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ)۔ یہ سب لوگ، یا ان میں سے اکثر، غیر معمولی انسان ہیں۔ خطیب صاحب کو گویا معلوم ہی نہیں کہ زندگی کا وہ مومنٹم جس میں اِن کے مخاطبین دو سو سال سے کھینچے دھکیلے جارہے ہیں عالمی اور مقامی جاہلیت کا تشکیل کردہ ہے؛ جس میں اِن کی نماز اور حیاء کا ابھی تک بچا رہنا کسی معجزے سے کم نہیں، جبکہ اُس جاہلیت کو جڑ سے ہاتھ ڈالنا اور اس کے خلاف ایک زیرک مزاحمت کھڑی کرنے میں قوم کی قیادت کرنا خطیب صاحب اور ان کے بڑوں کا فرض تھا۔ اس پر سرزنش کریں مگر سامنے بیٹھے اِن نمازیوں کو نہیں بلکہ اپنے آپ کو۔ **ایک ''ماحول'' فراہم کیے بغیر ایک ''عامی'' سے آخر آپ کس چیز کی توقع رکھتے ہیں؟** آپ کے سامنے تو اس وقت دنیا کی یہ ایک مظلوم ترین قوم بیٹھی ہے جسے بیک وقت ایک بے رحم دشمن اور ایک نادان دوست کے ساتھ آزمایا گیا ہے۔

اُدھر 'مذہبی' خطاب کا یہ حال ہے تو اِدھر 'دانشور' کا خطاب شروع ہوتا ہے: دیکھتے نہیں مغرب میں رہنے والوں میں وہ خوبی ہے وہ اچھائی ہے اور تم میں؟! فلاں برائی، فلاں خرابی اور فلاں نالائقی!

بھائی مغرب میں لوگوں کا اس سے برا حال تھا وہاں کے سمجھداروں نے بڑی محنت کے ساتھ اُن کو ایک سسٹم دیا ہے۔ یہ تم وہاں کے ایک 'عام فرد' کی اچھائیوں پر جس طرح قربان ہوئے جاتے ہو، وہ 'عام فرد' وہاں زمین سے نہیں

اگ آیا بلکہ ایک خاص ماحول اور خاص سسٹم کا پروردہ ہے جسے وہاں کے سمجھداروں نے بڑی محنت سے کھڑا کیا ہے؛ جبکہ یہاں کے سمجھدار تم ہو!

غرض یہ تاثر عام ہو جانا کہ امت میں خیر نہیں ہے، شیطان کا ایک بہت بڑا حربہ ہے۔ صرف بات اتنی ہے کہ **غلاموں کی کوئی زندگی نہیں۔ قوم کے سمجھداروں کو ایک بہت بڑی سطح پر اِس بازی کو پلٹنا ہے۔ ورنہ اِس امت میں اللہ کا شکر ہے خیر ہی خیر ہے۔** یہ سب جو آپ دیکھ رہے ہیں ایک خاص ماحول اور خاص نظام کا تشکیل کردہ ہے۔ یہ غلاموں کے لیے باقاعدہ بنایا گیا ہے۔ اِس میں ”فرد“ کو ڈانٹنا کسی مسئلے کا حل نہیں؛[4] بات بہت اوپر کی سطح پر بگاڑی گئی ہے۔ اس کے لیے کوئی اونچے درجے کی سکیم ہی سامنے آنا ضروری ہے۔ اور فی الحال آپ کو اِسی ”فرد“ کے ساتھ گزارا کرنا ہے؛ اور یہ ”فرد“ بڑی غنیمت ہے جو اب بھی اپنے دین اور اپنے نبیؐ سے بیگانہ نہیں۔ اِسی کو ساتھ لے کر آپ کو اِس بحرِ ظلمات میں پار لگنا ہے۔ ہاں جب یہاں کی تعلیمی، تربیتی اور ابلاغی مشینری خدا کی عبادت کروانے کے لیے مسخر ہو گی اور اپنی اسلامی تہذیب کے نغمے چھیڑے گی، تب خود بخود آپ کے یہاں ایک اور طرح کا ”فرد“ پیدا ہونے لگے گا۔ تب نہ واعظ کو چیخنے کی ضرورت ہو گی اور نہ دانشور کو سر پیٹنے کی۔ **البتہ آج واعظ کو بھی اپنا فرض پہچاننا ہے اور دانشور کو بھی۔** مشکل اوقات میں آسانی کے ایام کی سہولتیں ڈھونڈنا (کہ مسلم معاشرے میں معیار سے اترا ایک آدمی جہاں نظر آیا ڈانٹ دیا) قوم کے سمجھداروں کو تو ہرگز زیب نہیں۔

---

[4] اس موضوع کی بعض جہتوں پر روشنی ڈالنے کے لیے ہمارا جولائی 2012 کے اداریہ: ”اصلاحِ فرد کے لیے پریشان طبقوں کی خدمت میں“۔

یہاں روئیں تو خود اپنے فرض سے غافل رہنے پر؛ کہ 'مذہب' اور 'اصلاح' کے نام پر نجانے ہم اِن بیچاروں کا کیا کیا نقصان کرتے رہے۔

شیخ، متن میں لکھتے ہیں: ائمہ سنت اپنے دور کے خطباء کو مسلمانوں کے عیوب بر سرِ منبر بیان کرنے سے منع فرماتے، کہ مبادا اس سے کافروں کو بغلیں بجانے کا موقع ملے۔ سبحان اللہ۔ ہمارے ائمہ اپنے وقت کے صرف 'مذہبی راہنما' نہیں بلکہ "سماجی ماہرین" بھی تھے۔ 'قومی ملامت' اعصاب کو تباہ کر دینے والی چیز ہے۔ اِس سے عیوب کی اصلاح تو پھر بھی نہیں ہوتی، البتہ قوم کا مورال گر جاتا ہے۔ اور نفسیاتی طور پر یہ چیز قبول ہونے لگتی ہے کہ 'ہم ایک ناکام قوم ہیں'، جیسا کہ اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں۔ ایسے طبقوں کے لیے جو اپنی قوم کے حوصلے پست کرکے باہر والوں کا کام آسان کریں، دورِ حاضر میں باقاعدہ اصطلاح رائج ہے: ففتھ کالم Fifth Column۔ دشمن کی فوجیں وہ کام نہیں کرتیں جو یہ بیٹھے بٹھائے کر دیتے ہیں۔ ہمارے خطباء کی بڑی تعداد نیز دانشوروں کے بڑے طبقے میں اِس وقت یہ لہجے عام ہیں، جس سے متنبہ ہونا چاہئے۔

5. اوپر بیان ہونے والے مبحث کی بعض جہتوں کو شیخ سفر الحوالی نے متعدد مقامات پر واضح کیا ہے۔ یہاں ہم ان کے ایک مقام[5] پر ذکر ہونے والے چند نکات بیان کریں گے، اس میں پیرایہ و اسلوب گو ہمارا اپنا ہے:

اس وقت جب امت کا دشمن ہر طرف سے اور ہر ہر انداز سے اِس پر ٹوٹ پڑا ہے، دشمن کی ہم پر یلغار کے آج سو رنگ ہیں اور سو ڈھنگ، ہزارہا وسائل اور ان گنت چہرے اور بھانت بھانت کے ٹولے اور طرح طرح کی کمپنیاں، ادارے، پروگرام،

[5] أهمية إدراك المرحلة الدعوية بعد الأحداث http://goo.gl/rPHal7 نقطہ (ب)

پراجیکٹ، احسانات، مہربانیاں، قرضے، این جی اوز... تو اَشد ضروری ہے کہ اِس وقت پوری امت کو ہی اس کے مقابلے پر ایک رضاکار فوج میں بدل ڈالا جائے۔ امت کے کسی بھی شعبے اور کسی بھی طبقے کو آج معمولی نہ جانا جائے۔ امت کے وجود میں جو جو صلاحیت اور توانائی کی جو جو رمق موجود ہے امت کے ایجنڈا کے لیے اسے آخری حد تک برتنے کی کوشش ہونی چاہئے؛ اس سے استغناء کیسا؟ امت کا ہر فرد جو ہمیں مل سکتا ہے، ہر ہر جماعت، ہر ہر خطہ، ہر ہر پیشہ اہم ہے۔ ایک ایک مسلمان قیمتی ہے۔ وہ جو کر کے دے سکتا ہے، ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ **میں کہتا ہوں 'دیندار' اور 'بے دین' کی وہ روایتی تقسیم جس سے ہم اب تک مانوس رہے ہیں، اس وقت ترک کر دی جانی چاہئے۔** دین کی نصرت پوری امت سے مطلوب ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس میں کچھ خیر نہ ہو۔ **اور یاد رکھئے: ایمان ایک شعبہ نہیں؛ متعدد شعبے ہیں۔ ایمان کے کچھ شعبوں کا تعلق "ظاہر" سے ہے تو کچھ کا تعلق "باطن" سے۔** یہاں کتنے ہی فرد آپ کو ایسے نظر آئیں گے جو "ظاہری حلیے" میں ایمان کی سب شرطیں پوری کر رہے ہوں گے مگر اندر سے کھوکھلے اور خدا سے غافل۔ اور کتنے ہی فرد آپ کو ایسے ملیں گے جو ظاہری حلیے سے گو ایسا نظر نہیں آئیں گے لیکن اندر خیر سے بھرے ہوئے اور ایمان سے لبریز۔ پھر ان طبقوں میں آپ کو بلا کے ذہین، سمجھدار اور دانائی کے پتلے ملیں گے۔ **میرا کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ایمان کے سب ظاہری و باطنی شعبوں پر محنت ترک کر دیں اور امت کو تربیت دینے کا عمل موقوف ٹھہرا دیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آج پوری امت کو وہ جس بھی حالت میں ہے اٹھانے اور ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔** اور یہ عمل ان شاءاللہ بذاتِ خود اس بات کا موجب ہو گا کہ اس سفر کے دوران گناہگار میں تائب ہونے، غافل میں بیدار ہونے اور نیکوکار میں اپنا تزکیہ کروانے کا داعیہ پیدا ہو۔

خود نبی ﷺ جس فوج کو لے کر جہاد کے لیے نکلتے تھے، اسی کو دیکھ لیجئے۔ کیا نبی ﷺ نے کسی ایک بھی آدمی کو اس فوج میں آنے سے روکا کہ ابھی تمہاری تربیت نہیں ہوئی؟ کتنے کتنے مختلف درجوں کے لوگ تھے جو دشمن کے خلاف جنگ میں آپؐ کے ساتھ چلتے تھے۔ ذرا ایک نظر ڈالیے: اسی میں سابقین اولین ہیں۔ اسی میں وہ بدو جو کل مسلمان ہوتے ہیں اور خود قرآن کے بقول ان کے دلوں میں ایمان ابھی اترا ہی نہیں۔ انہی میں ایسے لوگ جنہوں نے قرآن کے اپنے بقول (خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا) ملے جلے عمل کر رکھے ہیں؛ کچھ بھلے اور کچھ برے۔ اور ایسے بھی جن کی بابت قرآن نے کہا: (وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ) "جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی ہے وہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرلے گا"۔ اور ایسے بھی جو اپنے قبیلے برادری کی حمیت میں نکل آتے۔ ابھی ہم چھپے اور علانیہ منافقین کی بات نہیں کر رہے، جبکہ یہ بھی اسی فوج میں ہوتے تھے۔ بات یہ ہے کہ **پیچھے لگنے والوں کا کیا ہے۔ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہوتی ہے کہ (رایۃ) علمِ قیادت کس کے ہاتھ میں ہے اور ان کو راستہ بنا کر دینے والا کون ہے۔** یہ چیز نبی ﷺ کے اپنے ہاتھ میں تھی اور آپؐ کے بعد سابقین، دین پر عمل پیرا، قابل اعتماد طبقوں کے پاس۔ اور یہ چیز بہت کافی ہے۔

ضروری ہے، مساجد کے اِنہی پنجوقتہ نمازیوں کو ہم اسلام کی فوج بنا دیں۔ اِس مہم میں سب سے پہلے اِنہی کو ساتھ ملائیں۔ دشمن کے خلاف سب کو اٹھا دیں۔ اپنے عزیزوں، دوستوں، آس پاس کام کرنے والوں سب کو اِس ہمہ جہتی جہاد میں "بھرتی" کریں۔ اگرچہ وہ بعض ظاہری گناہوں میں گرفتار کیوں نہ ہوں۔

مقصد یہ کہ اس وقت ہمیں جس کثیر شعبہ جنگ کا سامنا ہے، یہاں **دین کا مفاد** ہر چیز پر مقدم کرکے دیکھا جائے گا۔ ایسی حالت میں تو: ایک مجاہدِ فاسق بھی– خواہ وہ کسی بھی قسم کے جہاد میں سرگرم ہو– اُس دیندار آدمی سے بہتر جانا جائے گا جو (اسلام کو درپیش اِس وسیع تر جنگ میں) دین کے کسی کام کا نہیں۔